تزکیہ-قرآن کی ایک اصطلاح

سید جلال الدین عمری

'تزکیہ' قرآن مجید کی ایک اصطلاح ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے یہ ایک اہم اور بنیادی مقصد ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ مجھے اور میرے بیٹے اسمٰعیل کو مسلم اور اپنا فرماں بردار بنائے رکھ اور ہماری ذریّت سے امت مسلمہ برپا فرما۔ آگے دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡ عَلَيۡهِمۡ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ أَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (البقرہ:۱۲۹)

اے ہمارے رب، ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک رسول اُٹھا، جو انھیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔ تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔

یہ سورۂ بقرہ کی آیت ہے۔ اسی سورہ میں آگے چل کر فرمایا۔

كَمَا أَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡ عَلَيۡكُمۡ آيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ. (البقرہ:۱۵۱)

جس طرح ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا، جو تمھیں ہماری آیات سناتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے، تمھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول فرمائی اور جن مقاصد کے لیے دعا کی گئی تھی ان کی تکمیل کے لیے رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے یہ مقاصد سورۂ آل عمران (آیت:۱۶۴) اور سورۂ جمعہ (آیت:۲) میں بھی بیان ہوئے ہیں۔

معنیٰ ومفہوم

'تزکیہ' کا مادہ (اصل) زکیٰ ہے ۔ اس کے معنی ہیں بڑھنا، نشوونما پانا، خیروصلاح اورتقویٰ کا پایا جانا،عبادت اور پاکیزگی کا حاصل ہونا۔اس میں خودستائی اور اپنی نیکی کے اظہار واعلان کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ان تمام ہی معنوں میں قرآن و حدیث میں اس کا استعمال ہوا ہے۔[۱]

اس پہلو سے تزکیہ یہ ہے کہ آدمی کی فکری وعملی کمزوریاں ، جو اسے پستی اور زوال کی طرف لے جاتی ہیں دور ہوں اوراس کے اندرصحیح فکراوراخلاق وتقویٰ کی خوبیاں جلوہ گرہوں،جن سے اس کی شخصیت کا ارتقا ہوسکتا اور وہ اعلیٰ مدارج طے کرسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا. وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا(الشّمس:۹-۱۰)

یقیناً فلاح پاگیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

یہاں تزکیہ کے بالمقابل 'تدسیہ' کا لفظ آیا ہے۔'تزکیہ' میں نشوونما پانے اور ابھرنے کا تصور ہےاس کے برخلاف 'تدسیہ' یہ ہے کہ کسی چیز کو ابھرنے نہ دیا جائے اور اسے دبا دیا جائے۔زمخشری کہتے ہیں :

التزكية الإنماء والإعلاء بالتقوىٰ والتدسية النقص والإخفاء بالفجور[۲]

تزکیہ کے معنی ہیں تقویٰ کے ذریعہ شخصیت کو نمودینا اور بلند کرنا۔(اس کے برعکس) فسق وفجور کے ذریعہ شخصیت میں نقص پیدا کرنے اور اسے چھپادینے کا نام 'تدسیہ' ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کا اپنی شخصیت کونیکی اورتقوی کے ذریعہ اوپر اٹھانا 'تزکیہ' ہے۔'تدسیہ' یہ ہے کہ آدمی ضلالت وگم رہی اوراخلاقی پستی میں پڑا رہےاور اپنی شخصیت کو ابھرنے نہ دے۔

---

[۱] ابن منظور کہتے ہیں:اصل الزکاء فی اللغۃ الطہارۃ والنماء والبرکۃ والمدح وکلہ قد استعمل فی القرآن والحدیث، لسان العرب: مادہ زکیٰ،۱۴/ ۳۵۸، دار صادر بیروت،۱۹۹۴ء

[۲] زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل: ۴/ ۷۴۸، دار الکتب العلمیۃ، لبنان،۱۹۹۵ء

تزکیہ کے ہم معنٰی الفاظ

تزکیہ کے معنی میں 'تطہیر' کا لفظ بھی آیا ہے، حضرت مریمؑ کے متعلق ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰـــهَ اصْـطَـفٰكِ وَطَهَّـــرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ (آل عمران:۴۲)	اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاکیزگی عطا کی اور تمام دنیا کی عورتوں پر تجھ کو ترجیح دے کر اپنی خدمت کے لیے چن لیا۔

آیت میں لفظ 'طَهَّـــرَكِ' آیا ہے، اس کا مصدر 'تطہیر' ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو تمام اخلاقی کمزوریوں سے پاک کیا اور ان کے اندر نیکی، تقویٰ اور عفت وعصمت جیسی خوبیاں پیدا فرمائیں۔ یہی تزکیہ ہے۔

ازواجِ مطہرات کے متعلق ارشاد ہے:

اِنَّـمَا يُـرِيْـدُ اللّٰــهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الـرِّجْــسَ اَهْـلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً. (الاحزاب:۳۳)	اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبیؐ سے گندگی کو دور کرے اور تمھیں پوری طرح پاک کردے۔

آیت میں 'رجس' کا لفظ آیا ہے۔ اس کا استعمال گندگی، میل کچیل، قبیح حرکت، حرام اور کفر جیسی فکری وعملی خرابیوں کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں اس سے مراد دینی اور اخلاقی کمزوریاں ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ازواجِ مطہرات کو ہر قسم کی دینی اور اخلاقی کمزوریوں سے پوری طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے 'تطہیر' کا لفظ آیا ہے۔ تزکیہ اسی کا نام ہے۔

وضو اور تیمّم کے احکام کے ذیل میں ارشاد ہے۔

مَـا يُـرِيْـدُ اللّـٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَـرَجٍ وَلَـٰـكِـن يُـرِيْـدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِـمَّ نِـعْـمَـتَـهُ عَـلَـيْـكُـمْ لَـعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (المائدہ:۶)	اللہ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا، مگر وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردے۔ شاید کہ تم شکر گزار بنو۔

وضو اور تیمّم کے ذریعہ آدمی کو جسمانی پاکی حاصل ہوتی ہے اور وہ نماز اور تلاوت جیسی عبادات کے ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ گناہوں سے بھی پاک ہوتا ہے۔ یہاں 'تطہیر' کے ذریعہ ان دونوں ہی باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ یہی تزکیہ ہے۔

قرآن مجید میں ایک جگہ تطہیر اور تزکیہ کے الفاظ ایک ساتھ ہم معنی کے طور پر بھی آئے ہیں۔ (التوبۃ:۱۰۳)

تزکیہ کے لیے 'تربیت' کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔ تربیت کے معنی ہیں:

انشاء الشیئ حالاً فحالاً الی حد التمام. [۱] کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت میں اس طرح پہنچانا کہ وہ حد کمال کو پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کو اسی معنی میں 'ربّ' کہا جاتا ہے کہ وہ جس مخلوق کی جس مرحلۂ حیات میں جو حاجت ہے وہ پوری کرتا اور اسے درجۂ کمال تک پہنچاتا ہے۔ تزکیہ کا عمل بھی اسی طرح انجام پاتا ہے۔ تربیت ہی سے مربّی کا لفظ نکلا ہے۔ مربی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو ماتحت فرد یا افراد کی نگرانی کرتا اور اس میں جو کم زوری یا خرابی پائی جائے اس کی اصلاح کرتا ہے۔

'تزکیہ' خداپرستانہ زندگی گزارنے کا نام ہے۔ اس لیے اسے تقویٰ بھی کہا گیا ہے۔ چناں چہ سورۃ الّیل میں ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى، الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكّٰى. (اللیل:۱۷-۱۸) [۲] اور اس (آگ) سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیز گار جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔

دین میں تزکیہ کی اہمیت اور اس کا مقام

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ذریت میں ایک پیغمبر کی بعثت کی جو دعا کی تھی، اس کے مقاصد میں تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ کا ذکر

---

[۱] راغب اصفہانی، مفردات القرآن، مادہ رب، ص ۱۹۰

[۲] نیز ملاحظہ ہو، النجم:۳۲

ہے۔ (البقرہ: ۱۲۹) یہ درحقیقت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تلاوت آیات اور تعلیم کتاب وحکمت کی اصل غرض علمی اور عملی تزکیہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے نتیجہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا جہاں ذکر ہے وہاں تلاوت آیات کے فوراً بعد تزکیہ کا ذکر ہے (البقرہ:۱۵۱) اس لیے کہ اصل غرض وغایت تزکیہ ہی ہے۔ تعلیم کتاب وحکمت اسی کے لیے ہے۔ قاضی بیضاوی کہتے ہیں: 'اصل مقصد تزکیہ ہے' اس لیے اسے یہاں مقدم رکھا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں اس کا ذکر آخر میں آیا ہے، اس لیے کہ یہ نتیجہ کے طور آخر ہی میں حاصل ہوتا ہے۔[۱]

اس سے دو باتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں۔

ایک یہ کہ تزکیہ کی بنیاد، تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت پر ہونی چاہئے۔ اس کے بغیر حقیقی تزکیہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس راہ سے ہٹ کر کسی اور طریقہ سے جو تزکیہ ہو اس کا اسلام کے نزدیک کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ اگر تلاوت آیات ہو، کتاب اللہ کی تعلیم ہو اور اس کے اسرار و معارف اور حکمتوں کا بیان بھی ہو اور تزکیہ نہ ہو تو ان کی حقیقی غرض وغایت پوری نہ ہوگی۔ وہ ایک ایسی تگ و دو ہوگی جس میں نشانات راہ کو منزل سمجھ لیا جائے۔

تزکیہ کا وسیع تصور

تزکیہ، اس کے مادّے زکیٰ اور ان کے مشتقات کا استعمال قرآن مجید میں مختلف مواقع پر ہوا ہے۔ ان سب پر ایک نظر ڈالنے سے یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ تزکیہ کا مطلب کسی ایک شعبۂ حیات کی اصلاح اور اس کا خامیوں سے پاک ہونا اور اس میں خوبیوں کا پایا جانا نہیں ہے، بلکہ پوری زندگی کا تزکیہ ہے۔ اگر عبادات کا تزکیہ ہوجائے اور گھر اور خاندان میں اس کے منافی رویّہ اختیار کیا جائے تو یہ ناقص تزکیہ ہوگا۔ اسی طرح آدمی کے اخلاق سنور جائیں اور اس کے معاملات میں فساد پایا جائے تو یہ بھی تزکیہ کی کمی ہوگی۔ قرآن کی تعلیمات کی رو سے تزکیہ ایک ہمہ جہت اور جامع عمل ہے اور انفرادی واجتماعی ہر پہلو سے اصلاح وتربیت کا نام ہے۔

---

[۱] بیضاوی کے الفاظ ہیں: قدّمہ باعتبار القصد واخّرہ فی دعوۃ ابراہیم علیہ السلام باعتبار الفعل۔ تفسیر بیضاوی، ۱/۹۵

عقیدہ کا تزکیہ

تزکیہ کا اولین مرحلہ عقیدے اور فکر کی اصلاح ہے۔ اللہ کے پیغمبر اسی سے تزکیہ کا آغاز کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی ابتدائی سورتوں میں ایک سورۂ اعلیٰ بھی ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو تذکیر اور نصیحت کا حکم دیا گیا اور کہا گیا کہ جس کسی کے اندر اس سے خوف اور خشیت پیدا ہوگی وہ فائدہ اٹھائے گا اور جو کوئی بدقسمت ہے وہ اس سے دور ہی رہے گا اور آتش جہنم کا مستحق ہوگا (الاعلیٰ: ۹-۱۳) اس کے بعد فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلیٰ: ۱۴) فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ اختیار کیا۔

مکہ کے ابتدائی دور میں تزکیہ کے اندر بنیادی طور پر یہ بات داخل تھی کہ آدمی شرک اور بت پرستی سے بالکلیہ دست بردار ہو جائے، توحید خالص کا عقیدہ اس کے دل و دماغ میں رچ بس جائے اور وہ معصیت کو چھوڑ کر اللہ کی اطاعت کی راہ اختیار کرلے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کے معنی بیان کرتے ہیں۔ تزکّٰی من الشرک۔ یعنی کامیاب ہوا وہ جس نے شرک سے پاکی اختیار کی۔

مفسر امام ابن جریر طبری نے اس آیت کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

قد نجح و ادرک طلبته من تطهّر من الکفر و معاصی الله و عمل بما أمره الله به فأدّی فرائضه [1]

بے شک وہ کامیاب ہوا اور اپنی مراد کو پالیا جس نے کفر اور اللہ کی معصیتوں سے پاکی حاصل کی، اللہ نے جن امور کا حکم دیا ان پر عمل کیا اور اس کے بتائے فرائض ادا کئے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت بھی حافظ ابوبکر بزّار نے نقل کی ہے۔ حضرت جابرؓ ابن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے 'قد افلح من تزکّٰی' کے ذیل میں ارشاد فرمایا:

من شهد ان لا الٰه الا اللّٰه و خلع الانداد و شهد انّی رسول اللّٰه [2]

جس نے شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جن چیزوں کو اس کا مد مقابل ٹھہرایا جاتا ہے ان سے علیحدگی اختیار کی اور اس بات کی گواہی دی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

---

[1] جامع البیان فی تفسیر القرآن، جزء۳۰، ص ۹۹، دار المعارف، بیروت لبنان، ۱۹۷۸ء

[2] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم: ۴/۵۰۱، قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: جلد۱۰، جزء۲۰، ص ۱۶

جلالین میں 'تزکیٰ' کی تشریح 'تطہّر بالایمان' سے کی گئی ہے[1]۔ یعنی کامیاب وہ ہوا جس نے ایمان کے ذریعہ پاکی حاصل کی۔

قرطبی میں ہے:

ای من تطھّر من الشرک بایمان [2] — یعنی وہ جو ایمان کے ذریعہ شرک سے پاک ہوا۔

مکہ کے ابتدائی دور میں جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں سورہ الشّمس بھی ہے۔ اس میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے۔ ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا. وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا. (الشّمس: ۹-۱۰) — یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

مطلب یہ کہ وہ شخص فلاح یاب اور کامیاب ہوا جس نے نیکی اور تقویٰ کے ذریعہ اپنی شخصیت کو ترقی دی اور اعلیٰ مدارج تک رسائی حاصل کی۔ اس کے برعکس ناکام اور نامراد ہوا وہ جس نے غلط عقیدہ وفکر اور بداعمالیوں سے اپنی ذات کو ابھرنے نہ دیا اور اسے تہہ خاک کر کے رکھ دیا۔ علامہ شوکانی کہتے ہیں۔

من زکّیٰ نفسه وأنماها وأعلاها بالتقویٰ فاز بکل مطلوب وظفر بکل محبوب...... وخسر من أضلّها وأغواها وأخملها ولم یشهرها بالطاعة والعمل الصالح. [3] — جس نے تقویٰ کے ذریعہ اپنے نفس کا تزکیہ کیا، اسے نشوونما دیا اور اوپر اٹھایا اس نے ہر مطلوب پالیا اور کامیاب رہا...... لیکن وہ شخص خسارے میں رہا جس نے اسے گم راہ کیا اور بھٹکایا، اسے بجھایا اور اللہ کی اطاعت اور عمل صالح کے ذریعہ اسے ابھرنے اور نمایاں ہونے نہ دیا۔

یہ مکی سورتوں کی بعض آیات ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر مکّی سورتوں میں بھی مختلف مناسبتوں سے تزکیہ کا ذکر ہے۔ ان میں عقیدہ اور فکر کے تزکیہ کا پہلو نمایاں ہے۔ مدنی سورتوں میں بھی تزکیہ کی ہدایات موجود ہیں۔ ان میں سے بعض میں عقیدہ اور فکر کی اصلاح کا صاف ذکر پایا جاتا ہے۔ سورۂ جمعہ میں ارشاد ہے:

---

[1] تفسیر جلالین تفسیر سورۃ الاعلیٰ

[2] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد ۱۰، جزء ۲۰، ص ۱۶

[3] محمد سلیمان عبداللہ الاشقر، زبدۃ التفسیر من فتح القدیر (للشوکانی) ص ۸۰۹، کویت ۱۹۸۵ء

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ. (الجمعہ:۲)

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اُٹھایا، جو انھیں اُس کی آیات سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالاں کہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے ان عظیم احسانات کا ذکر ہے جو اس نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ ایک 'امّی' قوم پر کیے۔ یہ احسانات وقتی نہیں دائمی تھے۔ 'امّی' اس شخص کو کہا جاتا ہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ امام راغب کہتے ہیں:

الامّی هو الذی لایکتب ولایقرأ من کتاب

امّی وہ ہے جو نہ لکھ سکے اور نہ کوئی کتاب پڑھ سکے۔

اس میں غفلت اور جہالت کا تصور بھی ہے۔[۱]

'امّی' یہاں اہلِ عرب کو کہا گیا ہے۔ ان کی دورِ جاہلیت کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ وہ 'ضلال مبین' (کھلی ضلالت) میں مبتلا تھے۔ اس سے اصلاً مراد شرک اور دینِ حق سے بے خبری اور فسق و فجور کی زندگی ہے۔ عقیدے اور عمل کی اس ضلالت سے نکالنا 'تزکیہ' ہے۔ زمخشری نے 'وَیُزَكِّیْهِمْ' کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

یطهّرهم من الشرک وخبائث الجاهلیة[۲]

آپ انہیں شرک سے اور جاہلیت کی خباثتوں سے پاک کرتے ہیں۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں:

یزکّیهم ای یطهّرهم من دنس الکفر والذنوب وسیئ الأخلاق وقیل یجعلهم أذکیاء القلوب بالإیمان. [۳]

آپ ان کا تزکیہ کرتے ہیں، یعنی انہیں کفر اور گناہوں کے میل کچیل اور برے اخلاق سے پاک کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنی بھی بیان ہوئے ہیں کہ آپ ان کو ایمان کے ذریعہ ذکی القلب (پاک دل) بناتے ہیں۔

۱؎ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، مادہ 'امّ' ص ۳۳، دار المعرفۃ، بیروت ۱۹۹۸ء

۲؎ زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل: ۴/۵۱۷

۳؎ زبدۃ التفسیر من فتح القدیر، ص ۷۴۰

سورۂ آل عمران میں یہی بات اہل ایمان پر اللہ کے احسان کی حیثیت سے بیان ہوئی ہے۔ ارشاد باری ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيٰتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِيْ ضَلاَلٍ مُّبِيْنٍ. (آل عمران:۱۶۴)

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالاں کہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

یعنی اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ انہیں اس صریح ضلالت سے نکالا جس میں وہ پڑے ہوئے تھے۔ یہ ضلالت فکر وعقیدہ اور اخلاق وکردار ہر طرح کی تھی۔ تزکیہ اسی سے نکالنے کا نام ہے۔ زمخشری نے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

ویطهرهم من دنس القلوب بالکفر و نجاسة سائر الجوارح بملابسة المحرمات و سائر الخبائث[۱]

کفر کی وجہ سے دلوں میں جو گندگی پیدا ہوجاتی ہے اس سے آپ انہیں پاک کرتے ہیں۔ (اسی طرح) محرمات اور خباثتوں میں آلودہ ہونے کی وجہ سے اعضاء و جوارح کو جو نجاست لاحق ہو جاتی ہے اسے دور فرماتے ہیں۔

یہی بات قاضی بیضاوی نے مختصر الفاظ میں کہی ہے:

یطهّر هم من دنس الطباع وسوء الاعتقاد والاعمال[۲]

آپ انہیں طبیعتوں کی گندگی اور بداعتقادی اور بدعملی سے پاک کرتے ہیں۔

عبادات کا تزکیہ

تزکیہ عبادات کا بھی ہوتا ہے اور عبادات سے تزکیہ حاصل بھی ہوتا ہے۔ سورۂ

---

[۱] زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل: ۱/ ۴۲۷

[۲] بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل: ۱/۱۸۸، دار الکتب العلمیہ، لبنان ۱۹۸۸ء

اعلیٰ میں ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (الاعلیٰ: ۱۴-۱۵) فلاح پا گیا وہ جس نے تزکیہ اختیار کیا اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی۔

اس میں تزکیہ کو فلاح کا ذریعہ قرار دینے کے ساتھ اس کی ایک عملی شکل بھی بیان کردی گئی ہے۔ وہ یہ کہ آدمی اللہ کا ذکر کرے اور اس کا نام لیتا رہے۔ اس کی بہترین صورت وہ اوراد اور دعائیں ہیں جن کا رسول اللہ ﷺ شب و روز اور ہر موقع پر اہتمام فرماتے تھے اور جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ اللہ کا نام لینے اور اسے یاد کرنے کا سب سے اعلیٰ و ارفع ذریعہ نماز ہے۔ اسی وجہ سے ذکرِ رب کے فوراً بعد نماز کا تذکرہ ہے۔ نماز کے بغیر تزکیہ کا تصور نہیں ہے۔ نماز میں سجدہ ہے اور سجدہ اللہ سے قربت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ حکم ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (العلق: ۱۹) سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔

زکوٰۃ میں تزکیہ کا مفہوم موجود ہے، اس لیے کہ دونوں کا مادہ ایک ہے۔ زکوٰۃ سے مال پاک بھی ہوتا ہے اور اس میں خیر و برکت اور نشوونما بھی ہوتی ہے۔[۱]

رسول اللہ ﷺ کو حکم ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ: ۱۰۳) آپ ان کے اموال میں سے صدقہ قبول کرکے ان کی تطہیر اور تزکیہ فرمائیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ صدقات اگر صحیح ہاتھوں میں پہنچیں تو اس سے تطہیر اور تزکیہ حاصل ہوتا ہے۔

روزے کا مقصد لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ: ۱۸۳) یعنی تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو، کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ یعنی اس سے امید کی جاسکتی ہے کہ آدمی گناہوں سے بچے گا اور خدا پرستی کی راہ اختیار کرے گا۔ تقویٰ ہی کا دوسرا نام تزکیہ ہے۔

(باقی)

---

[۱] ملاحظہ ہو راقم کی کتاب 'انفاق فی سبیل اللہ' شائع شدہ از مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی